ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3960

Program: BS Islamic Studies (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: مطالعہ متن حدیث (3960) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ: 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

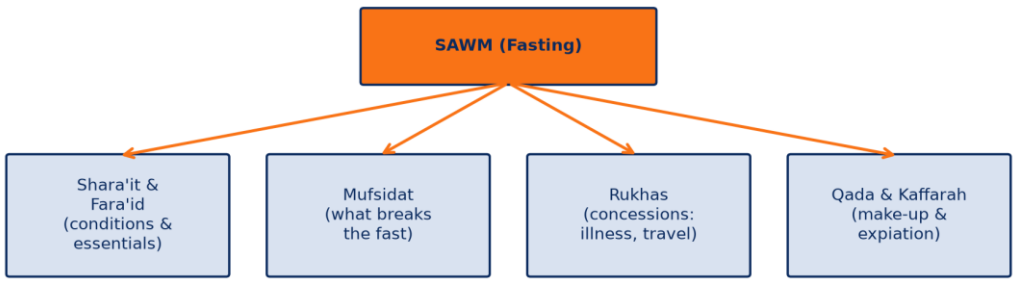
نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: شرح معانی الآثار، کتاب الصوم کی روایات کی روشنی میں روزے کے احکام، شرائط، فرائض، مفسدات اور رخصتیں (20نمبر)

سوال نمبر 1۔ شرح معانی الآثار کی کتاب الصوم میں مذکور روایات کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے روزے کے اہم احکام، شرائط، فرائض، مفسدات اور رخصتوں کو واضح کریں اور ان روایات سے مستنبط فقہی مسائل کا جامع تجزیہ پیش کریں۔ (20)

تعارف

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ سورۃ البقرہ (آیت 183) کے مفہوم میں روزے کی فرضیت کا مقصد تقویٰ بتایا گیا ہے، اور اگلی آیات (183 تا 185) میں اس کے بنیادی احکام، رمضان کی تحدید اور مریض و مسافر کی رخصت بیان ہوئی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار کی کتاب الصوم میں روزے سے متعلق روایات کو جمع کر کے ان کے بظاہر تعارض کو حل کیا ہے اور ان سے فقہی احکام مستنبط کیے ہیں۔ ان کا منہج یہ ہے کہ وہ ہر مسئلے میں مختلف روایات پیش کر کے ان کی اسناد پر کلام کرتے ہیں، پھر جمع و توفیق، نسخ یا ترجیح کے اصول سے ایک راجح نتیجے تک پہنچتے ہیں۔ اس جواب میں انہی روایات کی روشنی میں روزے کے احکام کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تعلیمی مطالعہ ہے؛ کسی مخصوص ذاتی مسئلے کا فتویٰ مستند اہلِ علم سے لیا جائے۔



Analytical study of the narrations in Kitab al-Sawm of Sharh Ma'ani al-Athar (al-Tahawi)

تصویر: روزے کے احکام کی ساخت — شرائط و فرائض، مفسدات، رخصتیں اور قضا و کفارہ

روزے کی شرائط

فقہاء نے روزے کی شرائط کو دو حصوں میں بیان کیا ہے: وجوب کی شرائط اور صحت کی شرائط۔ وجوب کی شرائط میں اسلام، بلوغ اور عقل بنیادی ہیں، اس لیے نابالغ اور مجنون پر روزہ فرض نہیں، اگرچہ بچوں کو عادت ڈالنے کے لیے ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنے پر قدرت شرط ہے؛ جو دائمی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اس کے لیے فدیے کا نظام رکھا گیا ہے۔ صحت کی شرائط میں عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا اور نیت کا پایا جانا شامل ہے۔ سفر اور مرض وجوب کو ساقط نہیں کرتے بلکہ ادائیگی کو مؤخر کر دیتے ہیں، یعنی ایسا شخص قضا کا مکلف رہتا ہے۔ شرح معانی الآثار کی روایات کی روشنی میں یہ تفصیل اس لیے اہم ہے کہ بعض روایات بظاہر عام نظر آتی ہیں مگر دوسری روایات ان کی تخصیص کر دیتی ہیں۔

روزے کے فرائض (ارکان)

روزے کے دو بنیادی رکن ہیں۔ پہلا نیت: روزے کا آغاز دل کے ارادے سے ہوتا ہے۔ نیت کے وقت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف مشہور ہے؛ رمضان کے فرض روزے میں حنفیہ کے نزدیک دن کے بڑے حصے سے پہلے تک نیت کی گنجائش ہے جبکہ دیگر ائمہ رات سے نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ اختلاف روایات کی جمع و ترجیح کا نتیجہ ہے اور شرح معانی الآثار کی مباحث میں اس نوع کے مسائل میں روایات کے تقابل کی روش ملتی ہے۔ دوسرا رکن امساک ہے، یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلق سے رک جانا۔ روزے کی حقیقت انہی دو چیزوں کا مجموعہ ہے: ظاہری امساک اور باطنی تقویٰ، جس کی تائید اس مفہوم کی روایت سے ہوتی ہے کہ جو شخص جھوٹ اور اس پر عمل نہ چھوڑے اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں (صحیح بخاری، کتاب الصوم، مفہوم)۔

مفسدات: روزہ توڑنے والی چیزیں

مفسدات سے مراد وہ امور ہیں جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ سب سے بنیادی صورت جان بوجھ کر کھانا پینا یا ازدواجی تعلق ہے، جس پر قضا کے ساتھ بعض صورتوں میں کفارہ بھی لازم آتا ہے۔ جان بوجھ کر قے کرنا مفسد ہے جبکہ خود بخود قے آجانا مفسد نہیں، جیسا کہ سنن کی روایات کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھول کر کھا پینا روزہ نہیں توڑتا؛ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت کا مفہوم ہے کہ بھول کر کھانے پینے والے کا روزہ برقرار رہتا ہے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا۔ بعض امور میں فقہاء کا اختلاف ہے، جیسے حجامہ (پچھنے لگوانا): ایک روایت کے مفہوم میں حجامہ کرنے اور کروانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹنے کی بات آئی ہے جبکہ دوسری روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزے کی حالت میں حجامہ کروانا ثابت ہے؛ امام طحاوی جیسے محدثین نے اسی تعارض کو نسخ یا تاویل سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ مفسدات کا باب محض فہرست نہیں بلکہ روایات کے تقابلی مطالعے کا نام ہے۔ اسی طرح مسواک کے بارے میں روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اور دوا یا غذا کے جسم میں داخل ہونے کی نئی صورتوں پر عصری فقہاء نے انہی اصولوں کو لاگو کیا ہے۔

رخصتیں

شریعت نے روزے میں مشقت کی صورت میں واضح رخصتیں دی ہیں۔ مسافر اور مریض کے لیے روزہ مؤخر کر کے دوسرے دنوں میں قضا کی اجازت قرآن میں صراحتاً موجود ہے (سورۃ البقرہ آیت 184 و 185 کا مفہوم)، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کے عمل ثابت ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصت پر عمل بھی سنت کے خلاف نہیں۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت، بوڑھا اور دائمی مریض بھی اسی نظام کے تحت آتے ہیں، جہاں قدرت نہ ہو وہاں فدیہ یعنی مسکین کو کھانا کھلانا بدل قرار پاتا ہے۔ حیض و نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا درست نہیں اور ان دنوں کی قضا بعد میں کی جاتی ہے۔ رخصتوں کا فلسفہ یہ ہے کہ عبادت انسان کو مشقت میں ڈالنے کے لیے نہیں بلکہ استطاعت کے دائرے میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے ہے؛ اسی لیے رخصت قبول کرنا بھی اللہ کو محبوب بتایا گیا ہے۔

جدول: روزے کے احکام کا خلاصہ

زمرہ	اہم امور	نوٹ
شرائط	اسلام، بلوغ، عقل، قدرت، پاکی	قدرت نہ ہو تو قضا یا فدیہ
فرائض	نیت، صبح صادق تا غروب امساک	نیت کے وقت میں فقہی اختلاف موجود
مفسدات	جان بوجھ کر کھانا پینا، ازدواجی تعلق، عمداً قے	بعض صورتوں میں قضا کے ساتھ کفارہ
غیر مفسد	بھول کر کھانا پینا، خود بخود قے	روایات کی صراحت سے ثابت
رخصتیں	سفر، مرض، حمل اور رضاعت، بڑھاپا	قضا یا فدیے کا متبادل نظام

مستنبط فقہی مسائل کا تجزیہ

کتاب الصوم کی روایات سے کئی اہم فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ نیت کے وقت کا ہے، جس میں روایات کے تقابل سے مسالک الگ ہوئے۔ دوسرا مسئلہ قضا کی ترتیب و تسلسل کا ہے کہ رمضان کے چھوٹے روزے پے در پے رکھے جائیں یا متفرق طور پر، اور روایات و آثار سے دونوں کی گنجائش پر بحث موجود ہے۔ تیسرا مسئلہ مسافر کے لیے افضلیت کا ہے کہ رخصت استعمال کرنا افضل ہے یا طاقت ہونے پر روزہ رکھنا؛ احادیث میں دونوں عمل ملنے سے فقہاء نے حالات کے اعتبار سے ترجیح دی ہے۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اعتکاف، نذر کے روزے اور کفارے کے روزے اپنے اپنے مخصوص احکام رکھتے ہیں۔ ان تمام مسائل کا مطالعہ اس اصول کو واضح کرتا ہے کہ حدیث سے استنباط ایک منظم علمی عمل ہے جس میں سند، متن، سیاق اور دیگر روایات سب کو دیکھا جاتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ شرح معانی الآثار کی کتاب الصوم روزے کے احکام کا محض بیان نہیں بلکہ روایات کے تعارض کو حل کرنے کا علمی نمونہ ہے۔ روزے کی شرائط، نیت و امساک کے فرائض، مفسدات کی تفصیل اور سفر و مرض کی رخصتوں کو طحاوی ایک متوازن نظام بناتے ہیں جس میں عبادت کی سختی نہیں بلکہ استطاعت کے ساتھ تقویٰ مقصود ہے۔ طالب علم کے لیے ان مباحث کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ فقہی اختلاف کے پیچھے موجود علمی وجوہ کو سمجھتا ہے اور اعتدال کا رویہ سیکھتا ہے۔

سوال نمبر 2: مسند کا مفہوم، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی علمی خدمات اور مسند امام احمد کی خصوصیات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ مسند کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی علمی خدمات کا تجزیاتی جائزہ پیش کریں، نیز مسند امام احمد کی ترتیب، منہج تالیف اور نمایاں خصوصیات کا تجزیہ کرتے ہوئے علم حدیث میں اس کی اہمیت واضح کریں۔ (20)

تعارف

حدیث کی تدوین میں مختلف اسالیب اختیار کیے گئے۔ کچھ کتابیں فقہی ابواب کے مطابق مرتب کی گئیں جنہیں مصنف یا سنن کہا جاتا ہے، اور کچھ کتب صحابہ کے ناموں کے مطابق مرتب کی گئیں جنہیں مسند کہا جاتا ہے۔ مسند امام احمد علم حدیث کی سب سے ضخیم اور اہم مسانید میں سے ہے۔ اس سوال میں پہلے مسند کے مفہوم کی وضاحت، پھر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164ھ تا 241ھ) کی علمی خدمات کا جائزہ اور پھر ان کی مسند کی ترتیب، منہج اور خصوصیات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

مسند کا مفہوم

لغت میں مسند سند سے ماخوذ ہے، یعنی سہارا دی گئی چیز۔ اصطلاح میں مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو روایت کرنے والے صحابی کی ترتیب سے جمع کیا جائے؛ ہر صحابی کی روایات اس کے نام کے تحت یکجا آتی ہیں، چاہے ان کا موضوع کچھ بھی ہو۔ اصطلاح کا ایک دوسرا استعمال یہ بھی ہے کہ متصل سند والی مرفوع حدیث کو مسند کہا جاتا

ہے۔کتاب کے اسلوب کے اعتبار سے مسند اور مصنف میں فرق یہ ہے کہ مصنف میں باب کی مناسبت سے ہر موضوع کی احادیث ایک جگہ ملتی ہیں، جبکہ مسند میں راوی صحابی کا محور ہوتا ہے۔ مسند طرزِ ترتیب کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی صحابی کی کل روایات ایک نظر میں سامنے آجاتی ہیں اور محدث کے لیے راوی کے تفردات اور طرق کا موازنہ آسان ہو جاتا ہے، جبکہ فقہی مسئلے کی تلاش کے لیے مصنف اسلوب زیادہ سہل ہے۔

امام احمد بن حنبل کی علمی خدمات

امام احمد بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں قرآن، لغت اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام کے علمی اسفار کیے اور امام شافعی، سفیان بن عیینہ، عبد الرزاق صنعانی اور دیگر اکابر سے استفادہ کیا۔ ان کی شخصیت کا سب سے تابناک باب خلقِ قرآن کا امتحان ہے، جس میں انہوں نے شدید آزمائشوں کے باوجود سنت کے موقف پر استقامت دکھائی اور اسی استقامت نے انہیں امام اہل السنہ کا لقب دلایا۔ علمی خدمات میں سب سے بڑی خدمت مسند کی تالیف ہے، اس کے علاوہ ان کے فقہی اقوال و فتاویٰ کا عظیم ذخیرہ ان کے شاگردوں کے ذریعے محفوظ ہوا، جن کی تدوین نے بعد میں فقہ حنبلی کی بنیاد رکھی۔ الزہد، الورع اور مسائل (ان کے بیٹوں اور شاگردوں کی روایت کردہ) جیسی کتب بھی ان کے علمی ورثے کا حصہ ہیں۔ ان کے شاگردوں میں امام بخاری اور امام مسلم جیسے اکابر شامل ہیں، جو ان کی علمی شان کا بڑا ثبوت ہے۔ ان کی زندگی زہد، تقویٰ اور حدیث سے غیر معمولی شغف کا مرقع تھی، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ انہیں لاکھوں احادیث اسناد سمیت یاد تھیں۔

مسند امام احمد کی ترتیب

مسند کی ترتیب صحابہ کے ناموں کے مطابق ہے۔ آغاز خلفائے راشدین، خصوصاً عشرہ مبشرہ کے صحابہ کی مسانید سے ہوتا ہے، پھر اہلِ بیت، مہاجرین و انصار کے بڑے صحابہ اور مختلف قبائل و شہروں کے صحابہ کی روایات آتی ہیں، اور خواتین صحابیات کی مسانید کا حصہ بھی کتاب میں موجود ہے۔ مطبوعہ مسند میں احادیث کی تعداد تقریباً ستائیس سے اٹھائیس ہزار کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے، جن میں مکررات بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب امام احمد کے بعد ان کے صاحب زادے عبد اللہ کی روایت سے ہم تک پہنچی، جس میں

انہوں نے اپنے والد کی روایات کے ساتھ اپنی بعض سنی ہوئی روایات (زوائد) بھی شامل کیں، اور پھر ابو بکر قطیعی کی روایت میں معمولی اضافے آئے۔ اس لیے محققین مسند کے متن کو پڑھتے وقت راوی کے سلسلے کا خیال رکھتے ہیں۔

منہجِ تالیف

امام احمد کا منہج یہ تھا کہ وسیع ذخیرے میں سے انتخاب کر کے وہ روایات جمع کریں جو حجت بن سکتی ہیں۔ انہوں نے مشہور روایت کے مطابق اپنی مسند کو اس غرض سے مرتب کیا کہ جب کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو یہ کتاب امام و مرجع کا کام دے۔ منہج کی نمایاں باتیں یہ ہیں: اسناد کی مکمل نقل، ایک ہی حدیث کے متعدد طرق جمع کرنا تاکہ متن کی تائید یا ضعف واضح ہو، اور صحابہ کی فضیلت و تقدم کی رعایت سے ترتیب۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسند کی ہر روایت صحیح کے درجے کی ہے؛ خود محدثین نے تصریح کی ہے کہ اس میں صحیح، حسن اور بعض ضعیف روایات بھی موجود ہیں، تاہم موضوع (من گھڑت) روایات سے کتاب تقریباً خالی ہے۔ امام احمد کا اصول یہ تھا کہ ضعیف حدیث کو رائے و قیاس پر ترجیح دی جائے، جس کا اثر ان کے فقہ پر بھی نظر آتا ہے۔

جدول: مسند امام احمد کا دیگر اسالیبِ تدوین سے موازنہ

پہلو	مسندِ احمد	مصنف / سنن
ترتیب کا محور	راویِ صحابی کے نام	فقہی ابواب و موضوعات
مواد	صرف صحابہ کی مرفوع روایات بڑی حد تک	مرفوع کے ساتھ آثار و مراسیل بھی (کتب کے اعتبار سے)
مقصد	حجت بننے والی روایات کا جامع مرجع	مسائل کی فقہی تلاش میں سہولت
حجم	سب سے بڑی مسانید میں سے	نسبتاً مختصر و منتخب

نمایاں خصوصیات اور علمِ حدیث میں اہمیت

مسند امام احمد کی اہمیت کئی جہتوں سے ہے۔ اول یہ کہ یہ ابتدائی تین صدیوں کے حدیثی ذخیرے کا سب سے بڑا جامع مجموعہ ہے جس نے بہت سی روایات کو ضیاع سے بچا لیا؛ متعدد احادیث کے طرق صرف یہیں ملتے ہیں۔ دوم یہ کہ اسانید کے تقابلی و جرح و تعدیل کی تحقیق میں یہ بنیادی ماخذ ہے، بعد کے محدثین اور شارحین اسی سے استفادہ کرتے رہے۔ سوم یہ کہ فقہ حنبلی کی حدیثی بنیاد یہی کتاب ہے، اور اسلامی عقیدے کے مسائل میں بھی اس کی روایات مرجع رہی ہیں۔ چہارم یہ کہ اس پر بعد کے ادوار میں بڑا تحقیقی کام ہوا، اختصارات، ترتیبِ نو اور تخریج کی متعدد کوششیں اس کی مستقل اہمیت کا ثبوت ہیں۔ مجموعی طور پر مسند محض ایک کتاب نہیں بلکہ امت کے حدیثی ورثے کی حفاظت کا عظیم منصوبہ ہے، جس نے متنِ حدیث کو صحابہ کے سلسلے سے منظم کر کے قیامت تک محفوظ کر دیا۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ مسند وہ اسلوبِ تدوین ہے جس میں احادیث صحابہ کی ترتیب سے جمع کی جاتی ہیں، اور اس اسلوب کی عظیم ترین مثال مسند امام احمد ہے۔ امام احمد نے حدیث کی حفاظت، سنت کے دفاع میں استقامت اور فقہی رہنمائی کی صورت میں ایسی خدمات انجام دیں جن کا اثر آج تک قائم ہے۔ ان کی مسند کی ترتیب، انتخاب کا منہج اور طرق کی جمع آوری اسے علمِ حدیث کا بنیادی ماخذ بناتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین اسے حدیث کی امہات الکتب میں شمار کرتے ہیں۔

سوال نمبر 3: یونٹ نمبر 7 کی روایات — حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ یونٹ نمبر 7 میں مذکور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کے مرکزی مضامین، احکام اور باہمی مماثلت و اختلاف کو واضح کریں۔ (20)

تعارف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث کے اولین راوی اور سنت کے امین ہیں۔ یونٹ نمبر 7 میں چار جلیل القدر صحابہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی منتخب روایات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ان چاروں کی روایات کے مرکزی مضامین اس پس منظر میں سمجھے جا سکتے ہیں جو ان صحابہ کی سیرت اور ان کے مجموعی روایتی ذخیرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ طالب علم اس باب کو اپنی مقررہ کتاب کے عین متن سے ملا کر پڑھے تاکہ یونٹ میں شامل مخصوص روایات کی نشاندہی پوری طرح واضح رہے۔ ذیل میں ہر صحابی کا تعارف، ان کی روایات کے مرکزی مضامین، احکام اور پھر چاروں کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد، ذوالنورین اور قرآن مجید کو ایک مصحف پر جمع کرنے والے عظیم صحابی ہیں۔ ان کی روایات میں طہارت و عبادت کے احکام کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان سے مروی وضو کی مفصل روایت مشہور ہے جس میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا عملی نمونہ بیان کیا (مفہوم)۔ اسی طرح ان سے قرآن کی تلاوت و تعلیم کی فضیلت کی روایت بھی مروی ہے جس کا مفہوم ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (صحیح بخاری)۔ ان کی روایات کے مرکزی مضامین میں سنت کی عملی تعلیم، قرآن سے تعلق، حیا و سخاوت اور امت کی وحدت جیسے اوصاف جھلکتے ہیں، جو ان کی شخصیت سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور داماد، اور علم و قضا میں ممتاز صحابی ہیں۔ ان کی روایات کا دائرہ خاصا وسیع ہے: عقائد و ایمان، فقہی احکام، قضا کے اصول اور زہد و اخلاق سب اس میں شامل ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان سے مروی متعدد روایات فیصلوں، حدود اور معاملات سے متعلق ہیں، اور ان کا مشہور ارشاد نقل کیا جاتا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی بات میں جھوٹ کو ناممکن سمجھتے تھے، جس سے ان کی روایت میں احتیاط ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی

روایات کے مرکزی مضامین علم کی گہرائی، عدل و انصاف، بات کی سچائی اور دنیوی زہد ہیں۔ فقہی ذخیرے میں ان کے اقوال و فیصلے آج بھی فقہاء کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس برس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اس طویل صحبت کی وجہ سے آپ کی خانگی و روزمرہ زندگی کے بہت سے پہلو انہی سے ہم تک پہنچے۔ وہ کثیر الروایت صحابہ میں سے ہیں اور بصرہ میں طویل عمر پانے کی وجہ سے تابعین کی بڑی جماعت نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کی روایات کے مرکزی مضامین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، دعائیں، کھانے پینے و معاشرت کے آداب اور عام عبادات کے احکام ہیں۔ روایت کا مفہوم ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نرم و شفقت بھری صحبت کسی کی نہیں دیکھی (صحیح مسلم، مفہوم)۔ ان کی روایات سے سنت کی وہ باریک تفصیل ملتی ہے جو عملی زندگی کے لیے براہِ راست رہنما ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی اور طویل عمر پائی۔ صحیح مسلم میں ان سے مروی حجۃ الوداع کی طویل و مفصل روایت فقہِ حج کی بنیاد مانی جاتی ہے، جس میں مناسک کی مکمل عملی صورت بیان ہوئی ہے (مفہوم)۔ ان کی روایات میں غزوات و سیرت کے واقعات، حج و عمرہ کے احکام اور معاملات کے مسائل نمایاں ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا ایک امتیاز مشاہدے کی تفصیل ہے؛ وہ واقعے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری منظر کو آنکھوں کے سامنے پاتا ہے۔ مدینہ میں ان کا حلقۂ درس مسجد نبوی میں لگتا تھا جہاں تابعین ان سے روایات حاصل کرتے تھے۔

باہمی مماثلت

چاروں صحابہ کی روایات میں کئی پہلو مشترک ہیں۔ اول یہ کہ سب کی روایات کا سرچشمہ براہِ راست صحبتِ نبوی ہے اور سب نے روایت میں احتیاط و صداقت کا اہتمام کیا۔ دوم یہ کہ عبادات، خاص طور پر طہارت، نماز اور روزے کے احکام چاروں کے یہاں پائے جاتے ہیں، کیونکہ یہ ہر مسلمان کی روزمرہ ضرورت ہے۔ سوم یہ کہ اخلاقی تعلیمات، سچائی، امانت اور حقوق کی ادائیگی کا مضمون سب کی روایات میں مشترک ہے۔ چہارم یہ کہ تابعین کی تعلیم و تربیت میں چاروں کا نمایاں حصہ ہے؛ ان کے حلقوں سے علم اگلی نسل تک منتقل ہوا۔ یہ مماثلت دراصل اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کی روایات باہم تصدیق کرتی ہیں اور سنت کا ایک مربوط نظام پیش کرتی ہیں۔

باہمی اختلاف و امتیازات

اختلاف سے یہاں مراد تضاد نہیں بلکہ ہر صحابی کے مخصوص پس منظر کی وجہ سے موضوعات کی تقسیم ہے۔ حضرت عثمان کی روایات میں طہارت و قرآن اور انتظامی دور کی جھلک نمایاں ہے۔ حضرت علی کی روایات میں فقہی گہرائی اور قضا کے مسائل زیادہ ہیں، جو ان کے علمی مقام کی عکاس ہے۔ حضرت انس کی روایات میں روزمرہ زندگی اور اخلاق و شمائل کا رنگ غالب ہے، جو ان کی طویل خدمت کا ثمرہ ہے۔ حضرت جابر کی روایات میں سیرت، غزوات اور حج کی تفصیلات کا غلبہ ہے۔ اسی طرح روایات کی تعداد اور اندازِ بیان میں بھی فرق ہے۔ فقہاء نے اسی تنوع سے فائدہ اٹھایا ہے کہ جس مسئلے میں جس صحابی کی روایت زیادہ مفصل ہو اسے بنیاد بنایا جاتا ہے۔ یہ تنوع نقص نہیں بلکہ سنت کے ذخیرے کی وسعت و تکمیل ہے۔

جدول: چار صحابہ کی روایات کا تقابلی خاکہ

صحابی	نمایاں پس منظر	روایات کے غالب مضامین
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	خلیفہ ثالث، جامع القرآن	وضو و طہارت، قرآن کی فضیلت، حیا و سخاوت
حضرت علی رضی اللہ عنہ	خلیفہ رابع، علم و قضا	فقہی احکام، قضا، عدل، زہد

شمائل واخلاق، روزمرہ آداب، دعائیں	خادمِ رسول، طویل صحبت	حضرت انس رضی اللہ عنہ
حج کے مناسک، سیرت وغزوات، واقعاتی تفصیل	غزوات کے شاہد، طویل عمر	حضرت جابر رضی اللہ عنہ

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ یونٹ نمبر 7 کی روایات چار مختلف شخصیات کے ذریعے سنت کا ایک ہمہ جہت نقشہ پیش کرتی ہیں۔ ان کے مرکزی مضامین عبادات، معاملات، اخلاق اور سیرت پر محیط ہیں، جن میں مماثلت صحبتِ نبوی کی مشترکہ بنیاد کی اور اختلاف ہر صحابی کے مخصوص کردار و مشاہدے کی عکاسی کرتا ہے۔ طالب علم کے لیے اس مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ وہ روایات کو راوی کے پس منظر کے ساتھ پڑھنے کا سلیقہ سیکھے اور سمجھے کہ حدیث کا ذخیرہ ایک ہی پیغام کی متنوع مگر مربوط شہادتوں کا نام ہے۔

سوال نمبر 4: یونٹ نمبر 8 کی روایات کی روشنی میں میت اور نمازِ جنازہ کے احکام و آداب (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ یونٹ نمبر 8 میں مذکور روایات کو باہم مربوط کرتے ہوئے میت اور نمازِ جنازہ سے متعلق احکام و آداب کو جامع اور منظم انداز میں تحریر کریں۔ (20)

تعارف

موت زندگی کی اٹل حقیقت ہے اور اسلام نے اس مرحلے کے لیے بھی مکمل رہنمائی دی ہے۔ یونٹ نمبر 8 کی روایات میت کے آخری لمحات سے لے کر تدفین اور تعزیت تک کے احکام و آداب کو بیان کرتی ہیں۔ ان روایات کو باہم مربوط کر کے دیکھا جائے تو ایک منظم نظام سامنے آتا ہے جس میں میت کی عزت و تکریم، ورثا کے ساتھ ہمدردی اور زندوں کے لیے عبرت و نصیحت تینوں مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ ذیل میں انہیں ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بیان روایات کے مفاہیم پر مبنی تعلیمی خلاصہ ہے؛ جزئی اختلافی مسائل میں اپنے مسلک کے علماء کی رہنمائی پر عمل کیا جائے۔



Stages of the rites of the deceased (Mayyit) — Unit 8 narrations

تصویر: میت کے مراسم کے مراحل—وفات سے تعزیت تک

آخری لمحات اور وفات کے وقت کے آداب

روایات کا مفہوم ہے کہ قریب المرگ شخص کو کلمۂ توحید کی تلقین کی جائے اور اس کے پاس خیر کی باتیں کی جائیں کیونکہ اس وقت حاضرین کی بات پر فرشتوں کی آمین کا ذکر آیا ہے (صحیح مسلم، مفہوم)۔ وفات کے بعد میت کی آنکھیں بند کرنا، اس کے اعضاء نرمی سے سیدھے کرنا، اسے ڈھانپ دینا اور تدفین میں جلدی کرنا سنت سے ثابت ہے۔ اس موقع پر صبر کی عظیم فضیلت آئی ہے اور نوحہ یعنی چیخ چیخ کر رونے اور اظہارِ جزع کی ممانعت سخت الفاظ میں کی گئی ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم)۔ غم پر آنسو آنا رحمت کی علامت ہے مگر بے صبری کی باتیں ممنوع ہیں۔ اس مرحلے کا پہلا سبق یہ ہے کہ مصیبت میں بھی شریعت کی حدود کی پابندی مومن کی پہچان ہے۔

غسل اور کفن کے احکام و آداب

میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے۔ غسل کا سنت طریقہ یہ ہے کہ میت کو پاک جگہ پر رکھ کر، ستر کا پورا خیال رکھتے ہوئے، وضو کرا کر دائیں جانب سے آغاز کیا جائے اور طاق عدد (تین یا پانچ یا اس سے زائد) مرتبہ دھویا جائے، آخری مرتبہ کافور جیسی خوشبودار چیز کا استعمال سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے غسل کی روایت میں بیان ہوا ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم)۔ میت کے ناخن کاٹنے یا اس طرح کی اضافی تبدیلیوں سے اجتناب کیا جائے اور غسل دینے والا میت کے عیوب کو

چھپائے، اس فضیلت کی بھی روایات میں ترغیب آئی ہے۔ کفن میں مرد کے لیے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ کپڑے مسنون مانے گئے ہیں، سفید رنگ پسندیدہ ہے اور اسراف و تکلف سے بچا جائے، البتہ کفن اچھا اور صاف ستھرا ہو، کیونکہ اس کی ترغیب بھی روایات میں آئی ہے۔

نمازِ جنازہ کے احکام

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے؛ محلے یا بستی کے کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے، مگر اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے مفہوم میں جنازے میں شرکت اور تدفین تک ساتھ رہنے پر دو قیراط اجر کی بشارت ہے، جس سے اس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہوتا ہے، چار تکبیریں مشہور و معمول بہا طریقہ ہے: پہلی تکبیر کے بعد ثنا اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت، دوسری کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، تیسری کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت اور چوتھی کے بعد سلام۔ دعا میں میت کی بخشش، رحمت اور عذابِ قبر سے حفاظت کی التجا کی جاتی ہے۔ فقہاء کے درمیان بعض جزئیات، مثلاً فاتحہ کی تلاوت اور تکبیروں میں رفع یدین، میں اختلاف موجود ہے جس میں ہر مسلک اپنے دلائل رکھتا ہے۔ جنازے کی صفیں زیادہ ہوں تو یہ میت کے لیے شفاعت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لیے صفوں کی کثرت مستحسن ہے۔

جنازہ اٹھانا اور تدفین کے آداب

جنازے کو کندھا دینا اور اس کے ساتھ چلنا سنت ہے اور اس میں جلدی کرنے کی تاکید آئی ہے کہ اگر میت نیک ہے تو اسے اس کی خیر کی طرف جلد پہنچاؤ اور اگر ایسی نہیں تو بھی اس بوجھ کو کندھوں سے اتار دینا بہتر ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم)۔ تدفین میں قبر کی تیاری، لحد کا اہتمام اور میت کو قبلہ رخ لٹانا سنت کے مطابق ہے۔ دفن کے بعد میت کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنے کا حکم روایات میں آیا ہے۔ قبروں پر عمارت بنانے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت بھی روایات میں موجود ہے (صحیح مسلم، مفہوم)، تاکہ قبرستان سادگی اور عبرت کی جگہ رہے۔ اسی طرح قبرستان جا کر اہلِ قبور کو سلام اور ان کے لیے دعا کرنا مسنون عمل ہے، جس کی ترغیب سے قبروں کی زیارت کی اجازت والی روایات میں دی گئی ہے (صحیح مسلم، مفہوم)۔

تعزیت اور ورثا کے ساتھ آداب

تعزیت یعنی ورثا کو صبر کی تلقین اور تسلی دینا مستحب عمل ہے۔ اس کا بہتر وقت تدفین کے بعد کے تین دن سمجھا گیا ہے اور اس میں غم کو تازہ کرنے کے بجائے میت کے لیے دعا اور ورثا کی دل جوئی مقصود ہوتی ہے۔ احادیث کے مفہوم میں غم زدہ کے ساتھ ہمدردی اور مصیبت زدہ کے کام آنے کو بڑے اجر کا کام بتایا گیا ہے۔ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجنا بھی سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ان کے گھر کھانا تیار کرنے کا حکم دیا گیا (سنن ترمذی، مفہوم)، کیونکہ غم زدہ خاندان اس وقت انتظام کی سکت نہیں رکھتا۔ اسی طرح میت کے قرض کی ادائیگی اور وصیت پر عمل ان کے حقوق میں شامل ہے، جن کی تکمیل ورثا کی ذمہ داری ہے۔

جدول: میت کے مراسم کا مرحلہ وار خلاصہ

مرحلہ	اہم حکم	خاص ادب
احتضار	کلمے کی تلقین	خیر کی گفتگو، نوحے سے پرہیز
غسل	فرضِ کفایہ، طاق مرتبہ دھونا	ستر پوشی، عیب پوشی، دائیں سے آغاز
کفن	مرد تین، عورت پانچ کپڑے	سفید و صاف، اسراف سے پرہیز
نمازِ جنازہ	فرضِ کفایہ، چار تکبیریں	اخلاص سے دعائے مغفرت
تدفین	قبلہ رخ دفن، دعائے ثبات	قبروں کی سادگی، تعظیمی افراط سے بچاؤ
تعزیت	تین دن تک مستحب	کھانا بھیجنا، صبر کی تلقین

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ یونٹ نمبر 8 کی روایات میت کے متعلق ایک مکمل نظام دیتی ہیں: وفات کے وقت تلقین وصبر، غسل وکفن میں تکریم وستر، نمازِ جنازہ میں دعا وشفاعت، تدفین میں سادگی وسنت کی پابندی اور تعزیت میں ہمدردی۔ ان احکام کی روح یہ ہے کہ اسلام موت کے بعد بھی انسان کی عزت قائم رکھتا ہے اور پس ماندگان کے غم کو بانٹ کر معاشرے کو ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ ان آداب پر عمل جنازے کو محض رسم بننے سے بچا کر عبادت وعبرت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر 5: امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور غزوۂ بدر وغزوۂ موتہ کے واقعات واسباق (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے علمی تعارف اور حدیثی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے، مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کی روشنی میں غزوۂ بدر اور غزوۂ موتہ کے اہم واقعات اور اسباق کو بیان کریں، نیز ان غزوات سے حاصل ہونے والے اصول وتعلیمات کو عصرِ حاضر کی اجتماعی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنے کی ممکنہ صورتوں کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

اس سوال کے تین حصے ہیں: پہلا امام ابن ابی شیبہ کی شخصیت وخدمات، دوسرا ان کی کتاب مصنف کی روایات کی روشنی میں غزوۂ بدر اور غزوۂ موتہ کے واقعات، اور تیسرا ان واقعات کے اسباق کا عصرِ حاضر میں اطلاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ حدیث و آثار کے سب سے بڑے ذخائر میں سے ہے جس میں عبادات و معاملات کے ساتھ ساتھ مغازی و سیرت کی روایات بھی محفوظ ہیں۔ ذیل میں تینوں حصوں کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ کا علمی تعارف اور خدمات

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (159ھ تا235ھ) کوفہ کے جلیل القدر محدث اور حافظِ حدیث تھے۔ ان کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث کی روایت و تدوین میں نمایاں کردار ادا کیا؛ امام احمد بن حنبل اور دیگر اکابر سے انہوں نے بھی استفادہ کیا اور امام بخاری سمیت کئی بڑے محدثین نے ان سے روایت کی۔ ان کی عظیم ترین تصنیف المصنف ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب ہے اور اس میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہ و تابعین کے آثار و فتاویٰ کی بہت بڑی تعداد محفوظ ہے، اسی لیے اسے کتاب الآثار کا درجہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلافی مسائل میں مختلف صحابہ و تابعین کے اقوال یکجا ملتے ہیں، جس سے فقہ کے تقابلی مطالعے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مغازی کے ابواب میں انہوں نے غزوات کے واقعات کو بھی روایات کی صورت میں جمع کیا۔ ان کی ایک اور تصنیف کتاب الایمان بھی معروف ہے۔ ان کی خدمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے سنت و آثار کے ذخیرے کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس انداز میں محفوظ کیا کہ بعد کے فقہاء و محدثین کے لیے وہ ناگزیر ماخذ بن گئی۔

غزوۂ بدر کے اہم واقعات

غزوۂ بدر رمضان المبارک 2ھ میں پیش آیا، جو اسلام اور کفر کے درمیان پہلی فیصلہ کن جنگ تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ کے قریب تھی جبکہ قریش کا لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ساز و سامان میں بھی کہیں آگے تھا۔ روانگی کی اصل غرض قریش کے تجارتی قافلے کی روک تھام تھی مگر اللہ کی تقدیر سے مقابلہ جنگی لشکر سے ہو گیا۔ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا؛ مہاجرین کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے انصار کی طرف سے مکمل وفاداری کا اعلان کیا، جو مشاورت کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ میدان میں آپ نے اللہ کے حضور گریہ و زاری کے ساتھ نصرت کی دعا مانگی، اور سورۃ آل عمران (آیات 123 و 124) اور سورۃ الانفال (آیت 9) کے مفاہیم میں اس معرکے میں فرشتوں کی مدد کا ذکر آیا ہے۔ نتیجے میں قریش کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بنے، جبکہ چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ قیدیوں کے بارے میں مشورے کے بعد فدیہ مقرر ہوا، اور جو قیدی پڑھانا جانتے تھے ان سے مدینے کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا کام لیا گیا، جو علم کی قدر کا بے مثال نمونہ

ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ سمیت کتب مغازی میں اس غزوے کی روایات اسی پس منظر کی جزئیات محفوظ کرتی ہیں، جیسے صف بندی، دعا، انصار و مہاجرین کے کردار اور قیدیوں کے احکام۔

غزوۂ موتہ کے اہم واقعات

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ 8ھ میں شام کی سرحد پر واقع موتہ کے مقام پر پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کے حکمران کی طرف جاتے ہوئے شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کر دیا، اور سیرت و مغازی کے دور کے بین الاقوامی اصولوں میں بھی اعلانِ جنگ کے مترادف تھا۔ آپ نے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے ترتیب وار تین امیر مقرر کیے: حضرت زید بن حارثہ، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب، پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔ مقابلے میں رومی و ان کے حلیف عرب قبائل کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ تینوں امیر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے، اس کے بعد لشکر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر منتخب کیا، جنہوں نے غیر معمولی جنگی حکمت عملی سے لشکر کو بحفاظت واپس نکالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں وحی کے ذریعے اس معرکے کی خبر اسی وقت صحابہ کو سنائی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے (صحیح بخاری، کتاب المغازی، مفہوم)۔ آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب عطا کیا۔ اس غزوے سے شام کے دروازے پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھی اور یہ روم سے پہلا باقاعدہ سامنا ثابت ہوا۔

دونوں غزوات سے حاصل ہونے والے اسباق و اصول

غزوۂ بدر سے ملنے والے بڑے اسباق یہ ہیں: قلیل تعداد کے مقابلے میں ایمان و یقین کی برتری، قیادت کی مشاورت، مقصد کی وضاحت، اور فتح کے بعد عاجزی و شکر اور دشمن کے ساتھ انسانی سلوک جیسے قیدیوں سے حسنِ اخلاق۔ غزوۂ موتہ سے ملنے والے اسباق یہ ہیں: اصولوں کی خاطر قربانی، جانی نقصان کے باوجود نظم و ضبط کی حفاظت، قیادت کی متبادل ترتیب کا پیشگی تعین، اور بحرانی حالت میں اجتماعی فیصلے سے نئی قیادت کا انتخاب۔ دونوں غزوات کا مشترکہ سبق یہ ہے کہ کامیابی کا اصل سرمایہ تعداد و اسباب نہیں بلکہ

ایمان، اخلاص، اتحاد، مشاورت اور قیادت پر اعتماد ہے، جبکہ اسباب کی تیاری بھی سنت کے مطابق کی جاتی ہے۔ ایک اور مشترکہ اصول یہ ہے کہ طاقت کا استعمال کسی اصول و عہد کی خلاف ورزی کے جواب میں اور دفاعی تناظر میں تھا، جس سے جنگ کے اخلاقی ضوابط کا تصور بھی واضح ہوتا ہے۔

عصرِ حاضر کی اجتماعی زندگی میں اطلاق کی صورتیں

ان اصولوں کا اطلاق آج کی اجتماعی زندگی میں کئی صورتوں میں ممکن ہے۔ اول، مشاورت کا اصول: خاندان، ادارے اور قوم ہر سطح پر فیصلے مشورے سے ہوں، اور قیادت اہل افراد کی رائے کا احترام کرے، جیسے بدر میں ہوا۔ دوم، بحران میں نظم: موتہ کی طرح جنگی حالات میں افراتفری کے بجائے متبادل قیادت و منصوبہ پہلے سے طے ہو؛ یہی اصول آج کے اداروں میں رسک مینجمنٹ کہلاتا ہے۔ سوم، وسائل کی کمی میں حکمت: بدر سکھاتا ہے کہ قلیل وسائل کم ہوں تو تنظیم، تربیت اور مقصد کی یکسوئی سے برتری پیدا کی جا سکتی ہے؛ یہ سبق تعلیمی اداروں، فلاحی تنظیموں اور کاروبار سب کے لیے ہے۔ چہارم، مخالف کے ساتھ اخلاق: قیدیوں سے حسنِ سلوک اور ان سے علم حاصل کرنے کا نمونہ آج بین الاقوامی انسانی قوانین اور اختلاف کے باوجود باہمی احترام کی بنیاد بن سکتا ہے۔ پنجم، قربانی و ایثار: اجتماعی مفاد کے لیے ذاتی مفاد کی قربانی ہی ان غزوات کی روح ہے، جس کے بغیر کوئی معاشرہ مشکل مرحلے سے نہیں گزر سکتا۔ ششم، شہداء کے خاندانوں کی کفالت: ان واقعات میں امت نے شہداء کے پس ماندگان کو تنہا نہیں چھوڑا، جو آج فلاحی ریاست و سماجی ذمہ داری کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حدیث و آثار کا عظیم ذخیرہ محفوظ کیا، جس کی مغازی روایات میں غزوۂ بدر و غزوۂ موتہ کے واقعات بھی شامل ہیں۔ بدر ایمان، مشاورت اور نصرتِ الٰہی کا معرکہ ہے اور موتہ قربانی، نظم اور حکمتِ عملی کا۔ ان سے حاصل ہونے والے اصول، مشاورت، تیاری، نظم، اخلاق اور ایثار، عصرِ حاضر کی اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں قابلِ عمل ہیں، بشرطیکہ انہیں ان کے تاریخی و اخلاقی تناظر میں سمجھا جائے اور کسی بھی عملی تطبیق میں شریعت کی اخلاقی حدود کی پابندی رکھی جائے۔